

اندلس اور علامہ اقبال

ڈاکٹر محمد ریاض

کوئی نصف یا پون صدی پہلے تک اندلس (Andalus) کی مسلم ثقافت اور اس کے یورپ اور ورائے یورپ پر اثرات کے بارے میں دنیا بھر میں تحقیقات ہوتی رہیں مگر اس دوران زیر بحث علاقے کے باشندے خاصا تعصب برتنے لگے اور منفی مباحث پر اتر آئے۔ اب وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تصرف نہ ہوتا تو الاندلس دیگر مغربی ممالک کی طرح زیادہ ترقی کر جاتا۔ وہ اب اپنی اس تاریخ پر متوجہ ہیں جو نئی دنیا امریکہ کی دریافت سے آغاز پذیر ہے یعنی ۱۴۹۲ء سے : اس سال مسلمانوں کا الاندلس سے اخراج ہوا تھا۔ وہ مسلم اقتدار کی آٹھ میں پانچ صدیوں کو اہل اندلس کے معاشی زوال کا دور بتاتے ہیں۔ مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ اندلسیوں کے علم و ہنر، اور ان کے ادب اور شعر و فلسفہ کی ترقی مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہے۔ ان ہی کی تاثیر سے تیرھویں صدی عیسوی تک اس سر زمین میں تھامس اکیناس اور الیغیری دانتے منصف شہود پر آئے جن پر عالم مغرب کو ناز ہے۔

ایک دوسری بحث عربوں اور بربروں کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الاندلس پر بربروں کا عربوں سے زیادہ اثر پڑا۔ فاتح اندلس طارق بن زیاد کے لشکر میں کہتے ہیں کوئی تین ہزار عرب تھے مگر بربروں کی تعداد سات ہزار تھی۔ طارق سے ایک سال بعد موسیٰ بن

نصیر وارد اندلس ہوا۔ اس کا لشکر بھی عرب اور بربر مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ اس میں بھی بربر زیادہ تھے۔ بعد میں بھی بربر تعداد میں زیادہ رہے اور ان میں باکمال افراد بھی تھے (۱)۔ عرب اور بربر کی یہ بحث مسلمانوں کے لئے موجب کشش نہیں۔ اسلام نے بربر، عرب اور دیگر افراد کو ملت واحد بنا دیا۔ وہ جو بھی تھے، اساساً مسلمان تھے: ان ہذہ امتکم امة واحدة وانا ربکم فاعبدون (۲)۔

علامہ محمد اقبال ایک فرد ہی نہیں، ایک دبستان اور ایک مکتب فکر بھی ہیں۔ حکیم الامت کی نظر تاریخ عالم پر مرتکز رہی۔ بالخصوص تاریخ اسلام کا ماضی اور حال ان کے زیر مطالعہ رہا اور وہ مستقبل کے حقیقت نگر، پیش رس، بھی تھے۔ اپنی نظم، ”مسلم“ میں وہ اپنا موقف یوں واضح کرتے ہیں:

آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرار حیات

کہہ نہیں سکتے مجھے نو مید پیکار حیات

ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہد کہن رہتا ہوں میں

اہل محفل سے پرانی داستان کہتا ہوں میں

یاد عہد رفتہ مری خاک کو اکسیر ہے

میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

سامنے رکھتا ہوں اس دور نشاط افزا کو میں

دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں (۳)

اندلس کا عہد اسلامی، یہاں کا علم و ہنر اور یہاں کے اشخاص و آثار وغیرہ کا مطالعہ اقبال شناسی کے اہم، عمیق اور وسیع موضوعات میں سے ایک موضوع ہے۔ اس مضمون کے ذریعے ہم بالواسطہ اور اجمالاً اسلامی اندلس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس مطالعے کی اساس اقبالیاتی حوالوں پر ہے۔

جغرافیہ اور تاریخ :

زمانہ وسطیٰ میں اندلس سے مراد جزیرہ نمائے آئی بیریا رہا ہے یعنی اس وقت کا سپین اور پرتگال ، سپین ، سپانیہ یا ہسپانیہ مترادف الفاظ ہیں ۔ سپین اسلامی اور مسیحی مناطق میں بٹا رہا ۔ مسلمان مصنفین ،،مسلم سپین“ کو الاندلس کہتے رہے ہیں ۔ اندلس ایک مدت تک سپین، پرتگال اور جنوبی فرانس پر مشتمل رہا ۔ اس کی سرحدیں گھٹتی بڑھتی رہی ہیں ۔ احمد المقری (۴) نے سپین کو مرکزی ، مغربی اور مشرقی حصوں میں منقسم کیا ہے ۔ مرکزی حصے کے قرطبہ ، غرناطہ اور طلیطلہ اور مغربی منطقے کے اشبیلیہ اور جبرالٹر (جبل الطارق) نام کے مقامات تاریخ اسلام میں زیادہ مذکور دکھائی دیتے ہیں ۔

سپین پر خنقیوں ، یونانیوں اور قرطاجیوں کی حکومت رہی ۔ دوسری سے پانچویں صدی عیسوی تک اس ملک کے حاکم رومی تھے ۔ بعد کی دو صدیوں میں وحشی قبائل یہاں طالع آزمائی میں مشغول رہے ۔ ان میں ایک قبیلہ گاتھ کہلاتا تھا ۔ اسلامی فتوحات کے آغاز کے وقت اس کی حکمرانی تھی ۔ اس وحشی قبیلے کی سفاکیوں کی داستانیں سن کر مسلمان سپین پر حملہ آور ہوئے تاکہ خلق خدا کو عذاب و اذیت سے نجات دلا سکیں (۵) ۔

مسلمانوں کی فتح اندلس خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی (۷۰۵)۔ (۱۵) کے عہد سے متعلق ہے ۔ اس مہم کو اس کے مامور شمالی افریقہ کے حاکم موسیٰ بن نصیر نے سر کیا ۔ اس کے عہد حکومت (۷۰۸)۔ (۱۴) سے قبل سپین کے یہودیوں اور عام باشندوں کی حالت ابتر تھی ۔ موسیٰ نے حملہ کرنے کا عزم جزم کیا ۔ ۹۱ھ / جولائی ۷۱۰ء میں اس نے طریف نام کے اپنے ایک غلام کی سرکردگی میں کوئی پانصد افراد کا ایک دستہ سپین کے جنوبی ساحل تک پہنچایا تاکہ

وہاں کے حالات و اوضاع معلوم کرے۔ اس مقام کو „طریفہ“ کہا جانے لگا۔ ان افراد نے تصدیق کی کہ وہاں کے لوگ بے حد ضجرت اور عسرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ موسیٰ نے اگلے سال (۹۲ھ/ ۷۱ء) ایک بربر جرنیل طارق بن زیاد کو سات ہزار افراد کی بربری فوج کے ساتھ سپین پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ طارق آبنائے سے گذر کر ساحل سپین کی اس پہاڑی کے نزدیک فروکش ہوا جو جبل الطارق (جبرالٹر) سے موسوم ہے۔ اس یادگار مقام پر کشتی سوزانی کا معروف واقعہ پیش آیا۔ طارق نے وادی بکہ میں حاکم سپین رزریق (راڈرک) کی ایک لاکھ فوج کو شکست فاش دی۔ (۱۹ جولائی ۷۱ء) اور اس کے بعد کئی دوسرے مقامات فتح کر لئے جیسے قرطبہ اور طلیطلہ۔ علامہ اقبال نے طارق بن زیاد کی کشتی سوزانی کے واقعے کو ایک سراپا ایجاز قطعے میں قلم بند کیا ہے:

طارق چوہر کنارہ اندلس سفینہ سوخت

گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطاست

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم ؟

ترک سبب زروئے شریعت کجا رواست ؟

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست (۱)

پیام مشرق کے اصل مسودے میں چوتھے مصرع پر یہ حاشیہ مرقوم ہے: ترک الاسباب جہالۃ، شرح عقائد نسفی۔ یہ حوالہ اقبال کے ایک مضمون میں بھی وارد ہے۔ پوری عبارت اس طرح ہے: „ترک الاسباب جہالۃ واعتماد علیہا کفر (۱)۔“

طارق بن زیاد کا اندلس پر حملہ اور ان کا فتح یاب ہونا غیر معمولی واقعات میں سے ہے۔ قلیل جمعیت کے ساتھ اجنبی

زمین پر غنیم کے جم غفیر کے ساتھ۔ نبرد آزمائی ایک صبر شکن کام ہے۔ مگر جس شخص نے دشمن کی سر زمین میں وارد ہونے والی کشتیاں جلا دی ہوں۔ اس کے آہنی عزم کے سامنے کوئی مرحلہ صعب و دشوار نہ تھا۔ وہ تائید ایزدی سے سراپا قدر و اختیار بنے ہوئے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے (علم الکلام اور الکلام مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۶۳ء ص ۳۵) کہ انسانوں کا مجبور تقدیر ہونا اگر کوئی مسئلہ تھا تو صحابہ کرام اس پر کیوں سوچتے نہ رہے اور دشمنوں کی حوصلہ شکن قوتوں کو کس طرح بے در پے ہزیمت سے دوچار کرتے رہے؟ علامہ اقبال نے بھی اپنی شاہکار کتاب „جاوید نامہ“ کے فلک مشتری میں جبر کے خلاف ایسی ہی دلیل دی اور طارق بن زیاد کے محیر العقول حملہ اندلس کی طرف اشارہ کیا :

جبر طارق عالم برہم زند

جبر مایبغ و بن ما برکند

البتہ بعد میں مسودے میں ترمیم کر کے انہوں نے طارق کی بجائے حضرت خالد بن ولید کا حوالہ دے دیا۔

جبر خالد عالم برہم زند

جبر مایبغ و بن ما برکند

یعنی خالد (یا طارق) مجبور ہوتے ہوئے دنیا کو ہلا کے رکھ دیتے ہیں جبکہ ہم محبوری کے بہانے اپنا ہی زیاں کرتے رہتے ہیں۔

طارق بن زیاد نے وادی بکہ میں راڈرک کے معسکر عظیم پر ٹوٹ پڑنے سے پہلے اپنی مختصر فوج سے خطاب کیا۔ اس نے ہر مسلمان کی طرح خدائی استعانت اور استمداد کے لئے دل کی گہرائیوں سے

دعا بھی مانگی تھی۔ علامہ اقبال نے اس دعا کو ایک قطعے میں اس طرح مجسم کیا ہے کہ وہ جذبہ جہاد کا مرقع بن گئی اور مومن کی نیایش و بندگی کا مظہر بھی۔ قطعے کے دو بند ہیں جن کا قافیہ و ردیف متفاوت ہے :

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
 جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
 دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
 سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
 دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
 عجب چیز ہے لذت آشنائی
 شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
 نہ مال غنیمت ، نہ کشور کشائی
 خیابان میں ہے منتظر لالہ کب سے
 قبا چاہیے اس کو خون عرب سے
 کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
 خبر میں ، نظر میں ، اذان سحر میں
 طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
 وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں
 کشاد در دل سمجھتے ہیں اس کو
 ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
 دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
 وہ بجلی کہ تھی نعرۃ لاتذر (۸) میں
 عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
 نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے (۹)

۹۳ ہ/ ۱۶ > ء میں موسیٰ بن نصیر اٹھارہ ہزار کر ایک عسکر کر ساتھ اندلس میں وارد هوا۔ اس عرب لشکر نے اشبیلیہ اور مارده کر علاقے فتح کئے۔ احمد المقری کر بقول طارق اور موسیٰ کی ملاقات طلیطلہ میں ہوئی تھی۔ سرقسطہ کی تسخیر کر موقع پر موسیٰ کو خلیفہ کافرماں موصول هوا کہ وہ اور طارق دارالخلافہ دمشق لوٹ آئیں۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو سپین کر مفتوحہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا اور خود مع طارق دمشق آ گیا۔ موسیٰ کر جانشینوں نے جلد ہی الاندلس کو تماماً مسخر کر لیا تھا۔ یہاں کر حکام دارالخلافہ دمشق سے متعین ہوتے تھے یا قیروان کر نیم مختار والی انہیں مامور کرتے تھے۔ ۱۳۲ ہ/ ۳۹ > ء میں امویوں کا اقتدار ختم هوا اور خلافت عباسیہ کا آغاز هوا۔ ایک اموی نوجوان عبدالرحمن کسی طرح اندلس پہنچ گیا جو چند سال بعد وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس حاکم نے امیر کا لقب اختیار کیا اور اندلس کی خلافت امیہ کا بانی بنا۔ ۳ >> ء سے اس نے خلیفہ عباسی کا نام سکھ و خطبہ سے خارج کروا دیا۔ خلافت اموی اندلس کا بانی تاریخ میں عبدالرحمن الداخل کہلاتا ہے۔ اس نے ۳۳ سال تک (۵۶ < - ۸۸ < ء) نہایت شان و شکوہ کر ساتھ حکومت کی۔

عبدالرحمن الداخل اور اقبال

عبدالرحمن بن معاویہ بن هشام الداخل کا ننھیال بربری قبیلہ نفرہ تھا۔ وہ ایک زبردست شاعر تھا بلکہ اندلس کر عربی ادب میں لطیف رومانی جذبات سے مامور شاعری کا بانی بھی وہی تھا۔ بنو عباس نے اسے ہجرت اختیار کرنے اور اعزہ و اقارب اور اپنی آبائی سر زمین سے دور ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ احساس غربت کا شکار اور اپنے نخل و نخلستان کو یاد کرتا رہا۔

،،درخت نخیل « اس کے محبوب تھے۔ وہ ان سے محب وار مخاطب ہوتا ہے۔ اس کے ایک مخاطب کو علامہ اقبال نے آزادانہ اردو نظم میں ڈھالا ہے۔ عبدالرحمن اول نے یہ قطعہ اس وقت کہا جب اس نے دارالحکومت قرطبہ کے باغ ،،منیة الرصافہ « میں کھجور کا درخت نشوونما پاتے دیکھا :

تبدت لنا وسط الرصافہ نخلة

تناءت بأرض الغرب عن بلد النخل

فقلت شبيهی فی التغرب و التوی

وطول اکتابی عن بنی وعن أهلی

نشأت بأرض انت فیها غریبه

فمئلك فی الاقصاء والمنتأی مثلی

سقتك غوادی المزن فی المنتأی الذی

یسع ویستمری السماکین بالوبل (۱۰)

یعنی : باغ منیة الرصافہ کے بیچ میں میرے سامنے ایک کھجور کا درخت ہے جو ارض مغرب میں آ کر کھجور کی سر زمین سے دور ہو گیا ہے۔ میں نے کہا تو میری ہی طرح ہے۔ غربت اور جدائی میں (اور) اہل و اولاد سے طویل دوری میں (ہم ایک سے ہیں)۔ تو نے ایسی سرزمین میں پرورش پائی جہاں تو اجنبی ہے۔ دوری اور جدائی میں تیری مثال مجھ سے ہے۔ دعا ہے کہ صبح کے بادل تجھے بارش سے سیراب کریں۔ (تیری سیرابی) اس بارش سے ہو جو مسلسل ہوتی ہے اور جسے سماکاں ستارے نچھاور کرتے ہیں۔

علامہ اقبال نے مذکورہ چار شعروں کو ایک قطعے کی صورت

میں ڈھالا ہے جس کے دو بند ہیں۔ پہلا ترجمہ ہے اور دوسرا اقبال کا توضیحی عمل ہے۔ حضرت علامہ کو عبدالرحمن الداخل کی حب

وطن کے ساتھ ساتھ اس کی عالمگیریت پسند تھی۔ جو ناقدین اقبال کے اسلامی پیغام عالمگیریت کو جذبہ حب وطن کے منافی بتاتے ہیں، وہ اس قطعے کو بغور پڑھیں :-

„عبدالرحمن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، سر زمین اندلس میں“ -

یہ اشعار جو عبدالرحمن اول کی تصنیف سے ہیں، تاریخ المقبری میں درج ہیں۔ مندرجہ ذیل اردو نظم ان کا آزاد ترجمہ ہے (درخت مذکور مدینۃ الزہرا میں بویا گیا تھا)

میری آنکھوں کا نور ہے تو

میرے دل کا سرور ہے تو

اپنی وادی سے دور ہوں میں

میرے لئے نخل طور ہے تو

مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا

صحرائے عرب کی حور ہے تو

پردیس میں ناصبور ہوں میں

پردیس میں ناصبور ہے تو

غربت کی ہوا میں بارور ہو

ساقی تیرا نم سحر ہو

عالم کا عجیب ہے نظارہ

دامان نگہ نے پارہ پارہ

ہمت کو شناوری مبارک

پیدا نہیں بحر کا کنارہ

ہے سوز دروں سے زندگانی

اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ

صبح غربت میں اور چمکا

ٹوٹا ہوا شام کا ستارہ

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے

مومن کا مقام ہر کہیں ہے، « (۱۱)

عبدالرحمن الداخل کی شاعری میں فخر و مباہات اور حقیقت سے اقرب تعلی ملتی ہے۔ وہ صقر (شاہین) کا عاشق و مداح بھی تھا۔ اس کی کئی شاعرانہ ادائیں علامہ اقبال کو بھائی ہوں گی۔

عبدالرحمن کی اولاد نے اندلس کا انصرام خوش اسلوبی سے کیا۔

البتہ نویں صدی عیسوی کے دوران امیر عبداللہ (۸۸۸-۹۱۲ء) کے

عہد میں بقول ابن خلدون (۱۲) عربوں، بربروں اور اندلسی مسلمانوں

کے اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ اس کے بیٹے عبدالرحمن ثالث نے

البتہ حالات کو بہتر بنایا۔ اس نے امیر کے بجائے امیر المؤمنین کا

لقب اختیار کیا۔ وہ الناصر لدین اللہ کہلاتا ہے۔ (۳۰۰-۳۵۰ھ/

۹۱۲-۹۶۱ء)۔ وہ، اس کا بیٹا حاکم ثانی (المستنصر باللہ ۳۵۰-

۳۶۶ھ/۹۶۱-۹۶۶ء) اور ہشام ثانی المؤید باللہ (۹۶۶-۱۰۱۰ء) کا

وزیر مختار حاجب محمد المنصور (وفات ۳۹۲ھ/۱۰۰۲ء) اندلس

اور اس کے اطراف میں، آئین جوانمردی، کی سرپرستی کے سلسلے

میں بھی ممتاز رہے ہیں۔ اس آئین یا تحریک کا مختصر ذکر بعد میں

آئے گا۔

گیارہویں صدی عیسوی میں الاندلس افتراق اور بدنظمی کا

شکار ہونے لگا۔ کئی حکمران خاندان ملوک الطوائف کی صورت میں

میدان میں آ گئے۔ مسلمانوں کی پراگندگی سے عیسائیوں نے بھی سوء

استفادہ کیا۔ لیون کے عیسائی حکمران فرڈی ننڈ اول نے ۱۰۵۵ء میں

بعض مسلم مناطق ہتھیائے۔ ان مناطق میں ایشیلیہ بھی شامل تھا۔

چند سال بعد (۱۰۸۶ء) شمالی افریقہ کا بربری حاکم یوسف بن

تاشفین (۳۵۳ - ۵۰۰ ھ / ۱۰۶۱ - ۱۱۰۰ء) جسے خلیفہ عباسی نے امیر المسلمین کا لقب دیا تھا ، اہل اشبیلیہ کی استعانت اور داد رسی کے لئے بارہ ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ آ پہنچا - اشبیلیہ کے عبادی خاندان کا حاکم المعتضد (۱۰۴۲ - ۱۰۶۹ء) اس سے قبل الفونسوششم کا باجگزار بن چکا تھا - الفونسوششم نے ۱۰۶۵ء میں اقتدار حاصل کیا اور ۱۰۸۶ء تک کئی مسلم مناطق فتح کر گیا - یوسف بن تاشفین نے اسے شکست دی مگر وہ واپس شمالی افریقہ چلا گیا - ادھر عبادی حکمرانوں نے نااہلی دکھائی - ان میں سے ایک شاعر حاکم معتمد بن عباد (۳۶۱ - ۴۸۸ ھ / ۱۰۶۹ - ۱۰۹۶ء) پابند سلاسل بھی رہا - ۱۰۹۱ء میں یوسف بن تاشفین واپس اندلس آیا اور حکومت اسلامی کو سہارا دیا - اس نے سلسلہ مرابطون کو اندلس کی حکمرانی میں دخیل کیا مگر اس کے جانشین کم مایہ ثابت ہوئے - ۱۱۴۵ء میں الموحدون نے ان کی حکومت ختم کر دی -

اوپر حاکم اشبیلیہ معتمد بن عباد کا ذکر آیا ہے - اس کی ,,حیسیات,, مشہور ہیں - اس کی زندانی نظمیں تاریخ المقری میں بھی شامل ہیں - علامہ اقبال نے ذیل کی توضیح کے ساتھ اس کی نظم کا ترجمہ ,,بال جبریل,, میں شامل کیا ہے - قید خانہ میں معتمد کی فریاد - معتمد اشبیلیہ کا بادشاہ اور عربی شاعر تھا - ہسپانیہ کے ایک حکمران (۱۳) نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈال دیا تھا - معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر ,,وزڈم آف دی ایسٹ سیریز,, میں شائع ہو چکی ہیں -

اک فغان بر شرر سینے میں باقی رہ گئی

سوز بھی رخصت ہوا جاتی رہی تاثیر بھی

مرد حر زنداں میں ہے بر نیزہ و شمشیر آج

میں پشیمان ہوں ، پشیمان ہے مری تدبیر بھی

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
 تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی
 جو مری تیغ دودم تھی ، اب مری زنجیر ہے
 شوخ و بر پروا ہے کتنا خالق تقدیر بھی

اس قسم کے جذبات کی حامل معتمد کی ایک حبسیاتی نظم کا
 اقتباس ملاحظہ ہو :

غریب بارض المغربین اسیر
 سیبکی علیہ منبر و سریر
 وتند به البيض الصوارم والقنا
 وینهل دمع بینهن غزیر
 مضی زمن والملک مستانس به
 واصبح منه الیوم وهو نفور
 برای من الدهر المضلل فاسد
 می صلحت للصالحین دهور
 اذل بنی ماء السماء زمانهم
 وذل بنی ماء السماء کبیر
 فیا لیت شعری هل ابین لیلة
 امامی وخلفی روضة و غدیر
 بمنبته الزیتون مورثة العلا
 تقنی حمام او ترن طیور
 بزاهرها السامی الذی جاده الحیا
 تشير الثریا نحونا ونشیر
 ویلحظنا الزاهی وسعد سعوده
 غیورین والصب المحب غیور

الا کل ماشاء الالہ یسیر (۱۳)

اوپر ذکر ہوا کہ المرابطون کی حکومت الموحدون کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ الموحدون کی تحریک کا بانی امام محمد غزالی (۵۰۵ ھ / ۱۱۱۱ء) کا ایک معنوی تلمیذ ابو عبداللہ محمد بن تومرت (۴۰۰ھ - ۵۲۱ ھ / ۱۰۰۸ - ۱۱۲۴ء) تھا۔ اس کی انقلابی تحریک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت پر مبنی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ہزارہا لوگوں نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کیا اور اس کے زمرہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ اس کے حلقہ اثر میں بربروں کی کثرت تھی۔ اس کے پیروؤں نے ساٹھ ستر سال تک عمدگی سے حکومت کی پھر اندلس طوائف الملوک کی شکار ہو گیا۔

محمد ابن تومرت پانچویں صدی ہجری کے آخری ربع میں (۳۷۵ھ کے لگ بھگ) سوسی (مراکش) میں پیدا ہوئے۔ ان کا مدفن نینف سال ہے۔ وہ بدعات کے خلاف تھے۔ ان کے تقویٰ اور روحانیت سے اثر پذیر ہو کر لوگ انہیں ”مہدی“ کہتے رہے۔ انہوں نے اندلس کی سیاحت کی اور اپنی تقاریر کے ذریعے لوگوں کے دل موہ لئے۔ انہوں نے اندلس اور مشرق کے ایشیائی اور افریقی بلاد جیسے بغداد، دمشق، اسکندریہ اور قاہرہ میں کسب علم کیا۔ امام محمد غزالی سے دوران سفر ہی انہیں شرف تلمذ حاصل ہوا۔ دوران سفر عبدالمومن نام کے ایک معمولی اور اجنبی شخص سے ان کی ملاقات ہوئی۔ یہ ان کا مرید اور بعد میں خلیفہ بنا۔ اس عبدالمومن نے الموحدون کی مدد سے شمالی افریقہ اور اندلس میں حکومتیں قائم کیں۔ اقبال ابن تومرت کے جوش بیان کی روایات، ان کی قوت فیصلہ کی اصابت،

ان کی عمل پسندی اور توحید آموزی کی تعلیمات کے بارے میں پڑھ کر ان سے متاثر ہوئے تھے۔

غرناطہ میں بنو نصر کی حکومت با اثر رہی (۱۲۳۲ء سے ۱۳۹۲ء) مگر بالآخر متاخر مسلمان حکام کی نا اہلی اور بعض امراء کی غداری کی بنا پر ۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ مطابق جنوری ۱۳۹۲ء سے اندلس پر مسلمانوں کا کوئی آٹھ سو سالہ اقتدار ختم ہو گیا۔ علامہ اقبال نے ۱۹۰۸ء میں جزیرہ صقلیہ یا سسلی کے پاس سے گذرتے ہوئے یہاں کی اسلامی تہذیب کے مٹ جانے پر آنسو بہائے تھے۔ اس مرثیہ ملی کے چار میں سے پہلے تین بند اس طرح ہیں۔

رولے اب دل کھول کر اے دیدہ خونناہ بار

وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی

بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے

بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اک جہاں تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور

کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا

آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا

غلغلوں سے جن کی لذت گیر اب تک گوش ہے

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

آہ اے سسلی، سمندر کی ہے تجھ سے آبرو

رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے
 تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کو رہے
 ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام
 موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام
 تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
 حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
 داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر
 آسمان نے دولت غرناطہ جب برباد کی
 ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی (۱۵)
 غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
 چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا (۱۶)

۱۹۰۹ء میں لکھے جانے والے ”ترانہ ملی“ میں بھی اقبال نے
 سسلی ، اندلس اور سارے عالم مراقش (مغرب) میں اسلامی تعلیمات
 کے فروغ پذیر ہونے کا اشارہ کیا ہے :

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری
 تہمتا نہ تھا کسی سے سیل روان ہمارا
 اے گلستان اندلس ، وہ دن ہیں یاد تجھ کو
 تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
 لیکن ۱۹۳۳ء کے اوائل میں ”اجڑے ہوئے گلستان اندلس“ کو دیکھ
 کر ان کے احساسات ۱۹۰۸ء کے سے رقت بار ہوئے۔ اپنے قطعے
 ”ہسپانیہ“ (ہسپانیہ کی سرزمین میں لکھے گئے ، واپس آتے ہوئے)
 میں انہوں نے لکھا :

ہسپانیہ تو خون مسلمان کا امین ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنائیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی ؟
باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں
کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلمان
مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ، ولیکن
تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں
دیکھا بھی دکھایا بھی ، سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر سے نہ خبر میں (۱۷)

جیسا کہ اشارہ ہوا، اقبال نے دو ملوک شاعر عبدالرحمن الداخل اور ابن عباد کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے شمالی افریقہ کے ،،مہدی،، ابو عبداللہ محمد ابن تومرت کا (۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء) کا ذکر کیا۔ اندلس میں الموحدون کی حکومت ۱۱۳۵ء میں اس کے مرید عبدالمومن نے قائم کی تھی۔ اقبال نے اپنے چھٹے خطبے ،،ہیئت اسلامی میں اصول حرکت،، (اجتہاد) میں دو جگہ اس تلمیذ غزالی کی اجتہادی کوششوں کا ذکر کیا اور ان مناعی کا انعکاس معاصر کتب میں موجود ہے :

،،بدعات کے مصلح عظیم محمد بن عبدالوہاب ... کی طبیعت اور خیالات کا رنگ بھی وہی تھا جو امام محمد غزالی کے شاگرد محمد ابن تومرت ، یعنی بدعات کے اس بربر مصلح کا جس کا ظہور

اسلامی اندلس کے عہد زوال میں ہوا اور جن کی بدولت اس میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

کہا جاتا ہے کہ اسلامی مغرب (۱۸) کے مہدی محمد بن تومرت نے جس کی قومیت برابر تھی، جب اقتدار حاصل کیا اور موحدین کی زبردست حکومت قائم کی، تو حکم دیا کہ برابر چونکہ ایک ناخواندہ قوم ہیں، لہذا ان کی خاطر سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تلاوت بھی بربری زبان ہی میں کی جائے۔ اذان بھی بربری ہی میں ہو، حتیٰ کہ علماء و فضلا بھی اس کی تحصیل کریں۔“ (۱۹)

ابن تومرت کی مصلحانہ سرگرمیوں کو اقبال نے ایک معنی خیز شعر کے ذریعے خراج پیش کرنا چاہا ہے۔ ان کی کتاب جاوید نامہ کے فلک زہرہ میں محمد احمد مہدی سوڈانی (و ۱۸۸۵ء) کی زبانی یہ شعر خطاب بہ اسم عرب ملتا ہے:

خاک بطحا خالدے دیگر بزائے

نغمہ توحید را دیگر سراے

یعنی اے وادی مکہ مکرمہ کی سر زمین کسی دوسرے خالد بن ولید کو بھی جنم دلوا (اور) نغمہ توحید کو پھر سے الاپ۔ جاوید نامہ کے مسودے کی پہلی صورت میں خالد کی جگہ ابن تومرت کا نام تھا یعنی:

خاک بربر، ابن تومرتے بزائے

نغمہ توحید را دیگر سراے

اس سے واضح ہے کہ اقبال کی نظر میں ابن تومرت کی بغایت اہمیت تھی۔

تحریک جوانمردی یا آئین جوانمردان:

اس امر کو مستشرقین بھی بیان کرتے رہے کہ اسلامی اندلس نے „آئین جوانمردان“ کو وسعت دی اور یورپ میں اسے دور و نزدیک ہر

کہیں رواج دیا۔ جوانمردی کے کئی نام ہیں : اخیت ، فتوت ، فروسیت ، عیاری ، شطاری اور کئی دوسرے کلمات اسی تحریک کے دوسرے نام ہیں۔ یہ تحریک آداب تصوف کے شبیہ تھی اور پہلی صدی کے اواخر سے تیرھویں صدی ہجری کے اوائل تک ایران ، ترکی اور عرب ممالک کے کئی مناطق میں اس کا تداول رہا ہے۔ رفاہ عامہ کے امور کی انجام دہی ، شاہسواری اور آداب حرب سے آگاہی ، برادرانہ ، مرد وزن تک کا عفت آمیز اختلاط ، جرأت و شہامت کا اظہار اور اعلیٰ اخلاق اپنانا ، آئین جوانمردی کے اجزا رہے ہیں۔ اسلامی اندلس ان آداب کے لٹے معروف ہوا۔ ہم نے اس سے قبل اندلس کے امراء اور وزراء کی جوانمردی دوستی کا اشارہ کیا ہے : عبدالرحمن سوم الناصر لدین اللہ ، حکم دوم المستنصر باللہ اور حاجب المنصور کی مساعی کے نتیجے میں قرطبہ ، اشبیلیہ اور غرناطہ آئین جوانمردی کے معروف مراکز تھے۔ ان مراکز میں عیسائی امرا و اعیان کی اولاد بھی تربیت حاصل کرتی تھی۔ تواریخ میں فرڈی نینڈ پنجم سے نبرد آزما ہونے والا شجاع شاہسوار موسیٰ بن ابی الغفران اور یوسف بن تاشفین ،،فتیان ،، کے طور پر معروف ہیں۔ صلیبی جنگوں کے زیر اثر بھی آئین جوانمردان اندلس اور مغرب کے دیگر ممالک میں مروج ہوئے۔ اندلس نے اسلامی مشرق سے اثر قبول کیا مگر بعض امور میں مشرق ، اندلس کی طرف مقلدانہ ملتفت ہوا۔ جوانمردی کے سلسلے میں یہ نکتہ قابل ذکر ہے عباسی خلیفہ ابو العباس نے بھی الناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا (۵۷۵ - ۶۲۲ ھ) اور وہ آداب جوانمردی کا عامل ہی نہیں ، مروج بھی رہا ہے۔ چنانچہ اس کے معاصر اور متأخر کئی مسلم حکام نے بھی یہ آداب اپنائے تھے۔ (۲۰) اندلسیوں کی جوانمردی اور شہامت کے اشارات علامہ اقبال کی نظم ،،مسجد قرطبہ ،، میں ملتے ہیں۔

آہ وہ مردان حق ، وہ عربی شہسوار
 حامل ،، خلق عظیم ،، صاحب صدق و یقین
 جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمزِ غریب
 سلطنت اہل دل فقر ہے ، شاہی نہیں
 جن کی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب
 ظلمت یورپ میں تھی جن کی خرد راہ ہیں
 جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندلسی
 خوش دل و گرم اختلاط ، سادہ و روشن جبین
 آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
 اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
 بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
 رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے (۲۱)

اندلسی ارباب کمال کا انعکاس

علامہ اقبال نے اندلس کے ارباب کمال کے ساتھ بخوبی اعتنا کیا ہے۔ ایسا کرنا طبعی تھا کیونکہ وہ عالم اسلام سے مربوط ہیں۔ ان کی تصانیف عربی میں ہیں اور آج قارئین کو ان کے موطن اصلی کا علم تک نہیں ہوتا۔ ان میں سے ذیل کے ناموں کا خطبات اقبال میں کئی بار ذکر آیا ہے: ابن حزم ، ابن رشد ، شیخ اکبر ابن عربی ، امام شاطبی اور ابن خلدون۔

تاریخ و ماحول سے اعتنا

علامہ اقبال نے ذہناً اندلس کی تاریخ اور وہاں کے مغربی عربی ماحول سے غیر معمولی وابستگی دکھائی۔ ان کی نثر و نظم اسی لئے آئینہ اندلس بن گئی۔ ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ انہوں نے نظم ،،بلاد اسلامیہ ،، لکھی جس میں مدینہ منورہ ، قسطنطنیہ ، دلی و جہاں آباد اور بغداد کے علاوہ سر زمین قرطبہ کو بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے:

ہے زمین قرطبہ بھی دیدہ مسلم کا نور
 ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور
 بجھ کر بزم ملت بیضا پریشان کر گئی
 اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی
 قبر اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے

جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے (۲۲)

مندرجہ بالا اشعار والا بند مذکورہ نظم میں سب سے مختصر ہے
 مگر اس میں ایک جہان معنی سمویا ہوا ہے : قرطبہ دنیا کے مسلمانوں
 کے لئے مقدس و محترم ہے کیونکہ اس مرکز میں تہذیب اسلامی کا
 نشوونما ہوا۔ مغرب بداعمالی، بداعتقادی اور جہالت کی بنا پر
 ایک ظلمت کدہ تھا۔ اسے جن مراکز اسلامی نے بقعۂ نور بنایا اور
 اسے علم و تہذیب سے مالا مال کیا، ان میں اسلامی اندلس کا کوئی
 ساڑھے سات سو برس تک دارالحکومت رہنے والا شہر قرطبہ ممتاز
 ہے۔ اندلس کی اسلامی ہیئت گو مرور ایام سے ختم ہو گئی مگر
 قرطبہ کے قبیل کے مراکز اسلامی نے مغربی دنیا کی نشأۂ ثانیہ کا
 سامان فراہم کر دیا۔ علامہ اقبال کے منقولہ تین اشعار میں ایک
 ضخیم کتاب کا مواد مضمرب ہے۔ بہر حال، قابل توجہ بات یہ ہے کہ
 قرطبہ ایک نہایت خوش فضا اور پاک ہوا شہر تھا، ایک خوش
 منظر دریا وادی الکبیر اس دامن کوهسار میں گہرے ہوئے شہر کے
 پاس سے گذرتا ہے۔ مسلمانوں کے عہد میں اس شہر کی آبادی دس
 لاکھ نفوس سے کم نہ ہوئی۔ اکثر مکانات یہاں سنگ مرمر کے
 بنتے رہے۔ شہر چوبیس میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ رات میں
 روشنیوں کا ایسا انتظام تھا کہ گویا چراغاں کا سماں ہو۔ صفائی اور
 پانی کی نکاسی کا خاطر خواہ انتظام تھا۔ مساجد، حماموں، مدارس،

مکانوں اور دکانوں کا سلیقہ بندی سے جال بچھایا گیا تھا۔ مسافر خانے اور کارواں سرائے کافی تھے۔ نلوں کے ذریعے پہاڑوں پر سے پانی بہم پہنچایا جاتا تھا۔ پانی کے فوارے اور باغ بے حد دلکش تھے۔ مضافات شہر میں نزہت گاہیں بنائی گئی تھیں۔ پانی کے دلکش تالاب ہر کہیں موجود تھے۔ سلاطین و امرا کے مساکن کی کیفیت سراپا تعجب انگیز تھی۔ یورپ میں قرطبہ کی کیفیت ایسی تھی جیسے ریاستہائے بالکان میں وینہ کی۔ دسویں صدی عیسوی تک قرطبہ میں سات سو کتب خانے اور نو سو عمومی حمام بن چکے تھے۔ جراحوں، معماروں اور ماہر خیاطوں کی ایک بڑی تعداد اس شہر میں آ بسی تھی۔ مشہور مقام مدینۃ الزہرا قرطبہ کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

قرون وسطیٰ تک یورپ ایک عمومی ظلمت کدہ تھا۔ ہم کوئی بھی معتبر ماخذ دیکھیں، یورپ کی ہمہ گیر پسماندگی اس سے عیاں ہو گی۔ دوسری طرف یہ بات بھی چنداں توضیح طلب نہیں کہ اندلس کی عربی اسلامی تہذیب نے اہل مغرب کو بیدار کیا اور وہ مسلمانوں کی فراہم کردہ علمی راہنمائی کے زیر اثر موجودہ ترقیات سے مالا مال ہونے لگے۔ اقبال نے مثنوی „مسافر“ میں لکھا ہے :

حکمت اشیا فرنگی زاد نیست

اصل او جز لذت ایجاد نیست

نیک اگر بینی مسلمان زادہ است

این گہر از دست ما افتادہ است

چوں عرب اندر اروپا پرکشاد

علم و حکمت را بنا دیگر نہاد

دانہ آن صحرا نشینان کاشتند

حاملش افرنگیان برداشتند

این پری از شیشه اسلاف ماست

باز صیدش کن کہ او از قاف ماست

لیکن از تہذیب لادینے گریز

زانکہ اوبا اہل حق دارد ستیز

فتنہ ہا این فتنہ پرداز آورد

لات و عزی در حرم باز آورد (۲۳)

یعنی حکمت اشیا (سائنس) اہل مغرب کی پیدا کردہ نہیں۔ اس کی بنیاد لذت ایجاد کے ماسوا کچھ نہیں۔ غور سے دیکھو تو یہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ یہ موتی ہمارے ہاتھ سے ہی گرا ہے۔ عربوں نے جب یورپ کو مستقر بنایا تو انہوں نے علم و حکمت کی ایک اساس و بنیاد رکھی۔ دانہ ان صحرا نشینوں نے بویا، فصل سے یورپ والے مستفید ہوئے۔ یہ پری (شراب) ہمارے آبا و اجداد کی بوتل سے ہے۔ اسے پھر شکار کرو کیونکہ وہ ہمارے کوہ قاف کی ہے۔ لیکن لادین تہذیب سے اجتناب کرو کیونکہ اس کا اہل حق سے مبارزہ ہے۔ یہ فتنہ گر تہذیب فتنے پیدا کرتی ہے۔ لات و عزی کے اصنام حرم اسلامی میں دوبارہ لے آتی ہے۔

یہاں بے محل نہ ہو گا اگر ہم اندلسی علماء کے ان کارناموں اور علمی فتوحات کی طرف اشارہ کر دیں جن کے زیر اثر مغربی دنیا کا نیا سائنس شروع ہوا اور جن کے اشارے اشعار اقبال کے متضمن ہیں۔

علم ہیات و نباتات : قرطبہ اور طلیطلہ میں علم ہیات کے رصد خانے قائم ہوئے۔ عبدالرحمن ثانی کو علم ہیئت سے بہت دلچسپی تھی اور اس نے رصد خانوں کی سرپرستی کی۔ گیارھویں اور بارھویں عیسوی صدیوں کے دوران اندلس میں علم نجوم نے بہت ترقی کی۔ زرکلی (۳۲۰-۳۸۰ھ) کی اس موضوع پر کتاب اور

اس کی بنائی ہوئی اصطیلاب اور ستارہ شناسی کے آلات معروف ہیں۔ زرکلی نے خط نصف النهار مدار آفتاب اور موسمی تغیرات کی وجوہ معلوم کرنے کی ابتدائی کوششیں کیں۔

علم کیمیا کے سلسلے میں یہی نکتہ کافی ہے کہ کلیات فی الطب کا لاطینی ترجمہ کولیبیٹ ، کے عنوان سے ۱۳۹۰ء میں مکمل ہوا اور ادویہ و نباتات کے خواص کے بارے میں یہ کتاب صدیوں تک یورپ میں متداول رہی۔ اس کا مصنف مشہور فلسفی ابن رشد ہے اور لاطینی مترجم پاروان۔ کلیات فی الطب مصنف کی ایک کتاب ہے۔ وہ اس موضوع پر ۱۵ دوسری کتابوں کا بھی مصنف ہے۔ اہل اندلس و مراقش نے حیوان پروری سے بھی اعتنا کیا۔ گھوڑے اور بھیڑ بکریاں وہ نہایت ذوق و شوق سے پالتے رہے۔ امور کاشت سے بھی انہوں نے اعتنا کیا۔ عبدالرحمن الداخل کو درخت کاری اور باغات لگوانے سے بہت دلچسپی تھی۔ اس کے دور سے قرطبہ اس معاملے میں ممتاز ہوا۔ دسویں صدی عیسوی میں غرناطہ بھی درختوں اور جڑی بوٹیوں کے تنوع کے معاملے میں معروف ہوا۔ قادم کے ایک طبیب نے جڑی بوٹیوں کی انواع و اقسام یکجا کرنے کا بڑا اہتمام کیا تھا (۲۳)۔

علم فلاحت میں اشبیلیہ کے ابن عوام کی کتاب „الفلاحة“ معروف ہے۔ چھٹی صدی ہجری کے اس مصنف نے زمین کے خواص ، کھاد کی اہمیت ، آبیاری کے اصولوں ، شجرکاری ، پیوند کاری اور درختوں کی پیدائش کے بارے میں علمی بحثیں کیں اور اپنے ذاتی تجربے بھی لکھے ہیں۔

علم طب : ابن رشد کی طب شناسی کا اشارہ اوپر ہو چکا۔ اس نے تریاق ، بخار اور سموم پر رسالے لکھے۔ اندلس کے اطبا نے فن جراحی اور ہڈیوں کی شکست بندی میں بڑی حذاقت دکھائی۔ ابو

القاسم خلف قرطبی (و ۱۱۰۰ء) نے آنکھوں کے موتیا کے آپریشن، تصفیہ خون اور مٹانے کی پتھری نکالنے کے کامیاب تجربے کئے۔ اس کی کتاب „التیسیر“ پندرھویں صدی میں لاطینی میں ترجمہ ہو کر شائع ہو گئی تھی۔ ابن زہیر اشبیلیہ کا رہنے والا تھا (و ۱۱۶۲ء)۔ اس نے جسم میں قوت مدافعت پیدا کرنے والی ادویہ بنائیں اور استخوان بندی کے طریقے بتائے۔ ابن الخطیب اندلسی (و ۱۱۶۰ھ) نے طاعون، جذام اور آنکھوں کی کئی بیماریوں کا علاج بتایا۔ عبدالرحمن سوم نے روم مشرقی میں لکھی جانے والی بعض مفید کتابوں کے عربی ترجمہ کروائے۔ اس کے طبیب خاص ابو القیس کا فن جراحی پر لکھا ہوا رسالہ بہت اہم مانا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ جدید فن جراحی کی بنیاد بنا ہے (۲۵)۔

فلسفہ : اندلسی فلاسفہ میں ابن باجہ، ابن طفیل، ابن حود اور ابن رشد بہت معروف ہیں۔ عبدالرحمن ثانی کے دور میں ابو عبیدہ مسلم، ابن یحییٰ قرطبی اور ابو القاسم سلمۃ کے سے فلاسفہ پیدا ہوئے۔ ابن رشد فلسفہ یونانی کا شارح تھا۔ معاصر مسلمانوں نے اس کے فلسفے کی مخالفت کی مگر اس کی فکر اب بھی محکم مانی جاتی ہے۔ ابن باجہ اور ابن طفیل نے فلسفے کو مزید داستانوں کی صورت میں لکھا۔ ان کے فلسفے کی تعلیمی اہمیت بھی ہے۔ چنانچہ فرانسیسی مفکر روسو نے ان کا انداز اپنایا تھا۔ ابن عربی کے فلسفیانہ عارفانہ افکار بھی اہل مغرب کے لئے الہام بخش رہے۔ اندلس کے قرن حاضر کے محقق آسن پلاکیوس نے اپنی کتاب „اسلام (۲۶) اور ڈیوائن کمیڈی“ میں مفصل شواہد کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ اطالوی شاعر الیگیری دانترے (و ۱۳۲۱ء) کی ڈیوائن کمیڈی اسلامی مصنفین کے زیر اثر تکمیل پذیر ہوئی۔ بالخصوص ابن عربی کے رسائل اور الفتوحات المکیہ کا اس پر غیر معمولی اثر ہے۔

ادبیات : اندلسی شاعری نے فرانس ، اٹلی اور جرمن شاعری کو متاثر کیا۔ یہ اثرات سنجیدہ اور لوک شاعری دونوں پر مشہود ہیں۔ ابن حزم کا ذکر ہو چکا۔ وہ شاعری میں ایک نئے اسلوب کا بانی ہے اس کی مثنوی „طوق الحمامة“ معروف ہے۔ اس کی اخلاق آموز شاعری نے اہل مغرب کو کافی متاثر کیا ہے۔ لندن یونیورسٹی کے استاد عربی الیگزنڈر سگین گیپ نے لکھا ہے کہ اندلسی شاعری نے مغرب کی سب زبانوں کی شاعری کو متاثر کیا اور یہ اثرات آئرلینڈ اور اسکاٹڈینیویا کے ادب میں بھی منعکس ہیں۔ (۲۷) اندلسی شعراء یوں بھی موشح اور زجل کے مخترع و مبرع ہیں۔ اس اسلوب کی مصر میں بھی پیروی ہوئی مگر یورپی اقوام کو یہ بہت ہی راس آیا۔ موشح ایسا قصیدہ یا قطعہ (نظم) ہے جو ساز و آہنگ کے ساتھ پڑھا جائے۔ اس کی خاص ہیئت ہوتی تھی۔ موشحات کا تداول تیسری صدی ہجری میں ہوا۔ „زجل“ خوشی کے نغمے تھے۔ انہیں محافل رقص و سرور میں پڑھتے تھے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ان موضوعات شعری سے بحث کی ہے (۲۸)۔

جغرافیہ اور تاریخ : حقائق و عبر سے معمور ان علوم کو پڑھنے اور سیر و سیاحت کرنے کی قرآن مجید نے ترغیب دلائی ہے (۲۹)۔ مسلمان عالمی تجارت اور سیاحت کے دلدادہ رہے ہیں۔ ادریس کے نقشہ عالم اور جغرافیائی معلومات کا صدیوں تک چرچا رہا۔ اس نے یہ کتاب حاکم سسلی راجر دوم کے لئے لکھی تھی۔ امریکہ کے کاشف کرسٹوفر کولمبس کے بارے میں مشہور ہے کہ „نتی دنیا“ کے لئے اسے آمادہ سفر کرنے والے مصنفین میں اس نے ابن رشد کا نام بھی لکھا تھا (۳۰)۔ اندلس کے مورخین میں ابن آبار مصنف کتاب المعجم اور ابن بشکوال (و ۵۸ھ) مصنف کتاب „الصلة“ معروف ہیں۔ متأخر مصنفین میں احمد بن محمد مکاری ممتاز ہے۔

اس کی کتاب میں تاریخی واقعات کے علاوہ ادب کا بھی بیان ہے۔
 عنوان ہے : منتخبات ادبیه من تاریخ و ادب العرب فی اسبانیاء -
 فنون لطیفہ : اندلس فن معماری کے اعلیٰ نمونوں کے لئے ممتاز ہے۔
 اشبیلیہ کا شاہی محل ایک قابل دید عمارت ہے۔ وہاں کے محل
 ,,الحمرا,, کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ اسے عبدالرحمن ناصر نے
 مدینہ الزہرا میں اپنی زوجہ زہرا کی یادگار کے طور پر بنوایا تھا۔
 سسلی (صقلیہ) کی تعمیرات نے اٹلی اور فرانس کے فن معماری پر
 اثرات ڈالے۔ مسجد قرطبہ کا ذکر بعد میں ہو گا۔ اندلس ہاتھی دانت
 کی ظریف اشیاء بنانے میں بھی معروف رہا ہے۔ لکڑی پر نقش بنائے
 جاتے رہے اور کاشی کاری بھی نہایت دلاویز تھی۔
 عمرانی اور سیاسی علوم : عالم اسلام کے بہت بڑے ماہر
 عمرانیات ابن خلدون کا معنوی تعلق شمالی افریقہ اور مشرقی
 ممالک عربی سے زیادہ اندلس سے ہے۔ اس کی تین جلدی تاریخ
 سراپا کتاب عبرت و بصیرت ہے۔ مگر اس کا مقدمہ ایک نہایت پر
 مغز دستاویز ہے۔ یہ مقدمہ دانش و حکمت کا مرقع ہے اور اس میں
 جملہ معاصر علوم و فنون در آئے ہیں۔ اس نے یونانی افکار کا طلسم
 توڑا ، تاریخ کو ذریعہ علم بتایا اور اسے فلسفہ و تفکر سے لاینفک
 قرار دیا۔ اس نے معاشی امور کی اہمیت سمجھائی۔ سیاست میں
 اس کی گفتار کلمات قصار کا حکم رکھتی ہے جیسے : ,,حکومت ایک
 بڑے تاجر کی سی ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنا منافع لوگوں میں برابر برابر
 تقسیم کرے۔ اسی مساوات سے حیات عمرانی کی بقا اور نظم و امن
 وابستہ ہے۔ جب عدم مساوات آ جائے تو حکومت کی بنیادیں متزلزل
 ہو جاتی ہیں ,,۔ سیاسیات میں مسلمانان اندلس دوسروں سے پیچھے
 نہ تھے۔ اپنی فراست اور حسن خلق سے مسلمان دیار مغرب میں اپنا
 اقتدار صدیوں تک مستحکم رکھ سکے۔ غیر مسلم مورخوں نے بھی

لکھا ہے کہ اسلامی اندلس میں غیر مسلم اقلیتوں مثلاً مسیحیوں کو وہ حقوق میسر تھے جو وہاں کی عیسائی حکومتیں انہیں نہ دے سکیں۔ اندلس کی اسلامی حکومتوں نے عامۃ الناس کو ہر قسم کی مستحسن آزادی سے بہرہ ور کر رکھا تھا (۳۱)۔

ان اشارات سے مترشح ہے کہ اندلس کے مسلمانوں نے ایک خاصہ مثالی معاشرہ قائم کر رکھا تھا۔ اس معاشرے کا نقطہ ماسکہ یا دارالحکومت قرطبہ تھا۔ ان توضیحات سے علامہ اقبال کا وہ خراج تحسین مجسم ہو جاتا ہے جو انہوں نے قرطبہ اور اندلس کی اسلامی تہذیب کو پیش کیا ہے۔ اقبال کا شاعرانہ اعجاز ایسا ہے کہ وہ اشارے اشارے میں مسئلے کے ہر پہلو کو واضح کر دیتے ہیں۔ مثلاً بال جبریل حصہ دوم کی غزل ۱۳ انہوں نے قرطبہ میں لکھی۔ اس کے آخری شعر میں انہوں نے قرطبہ کی آب و ہوا کی خوبی کی طرف بلیغ اشارہ کر دیا۔ اقبال اس وقت ۵۵ برس کے تھے مگر یہ غزل واقعی طور پر جوش جوانی کی مظہر معلوم ہوتی ہے :

یہ حوریاں فرنگی ، دل و نظر کا حجاب

بہشت مغربیاں ، جلوہ ہائے پابربکاب

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا

مہ و ستارہ ہیں بحر وجود میں گرداب

جہاں صوت و صدا میں سما نہیں سکتی

لطیفہ ازلی ہے فغان رنگ و رباب

سکھا دئے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی

فقیہہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی

اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذان میں نے
 دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب
 ہوائے قرطبہ شاید یہ ہے اثر تیرا

مری نوا میں ہے سوز و سرور عہد شباب (۳۲)

علامہ اقبال کا سفر ہسپانیہ

علامہ اقبال نے مسلمانان ہند کے نمائندے کے طور پر دوسری (<)
 ستمبر تا یکم دسمبر ۱۹۳۱ء) اور تیسری (<) نومبر تا ۲۳ دسمبر
 ۱۹۳۳ء) گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان کا پروگرام تھا کہ
 تیسری کانفرنس کے بعد اسلامی اندلس کے آثار دیکھیں گے۔ اس
 مقصد کے لئے وہ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو لندن سے روانہ ہوئے۔ وہ پہلے
 پیرس گئے۔ وہاں انہوں نے مشہور فلسفی ہنری برگساں (۱۸۶۰ -
 ۱۹۳۱ء) سے ملاقات کی جو ان سے ملاقات کرنے بطور خاص اپنے
 گاؤں سے پیرس آیا تھا۔ پیرس میں مختصر مدت کے قیام کے بعد اقبال
 ہسپانیہ کے لئے روانہ ہوئے۔ انہوں نے اسپینش - انگلش دان ایک
 لڑکی کو بطور سیکرٹری اپنے ساتھ رکھا تھا۔ اسے غلطی سے لوگوں
 نے علامہ کی بیٹی قرار دیا مگر اس کی وجہ اس لڑکی کی اقبال سے
 ارادت تھی۔ ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کے ایک مکتوب میں اقبال عطیہ بیگم
 فیضی کو لکھتے ہیں :

” ... اسپین میں میری پرائیویٹ سیکرٹری نے ، جو ایک انگریز
 خاتون تھی ، کچھ عرصہ میرے ساتھ رہنے کے بعد اپنا رویہ تبدیل کر
 لیا اور روزمرہ کے معمول میں بالکل ایک مرید کی طرح میری خدمت
 کرنا شروع کر دی۔ میں نے اس کے اس یک لخت رویے کو محسوس
 کر کے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ اس راز کا
 اس پر انکشاف ہو گیا ہے کہ میں ایک غیر مرئی ہستی اور ولی ہوں۔

ایسی صورت میں میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں اپنے متعلق یقین کرے ساتھ کچھ کہہ سکوں ، سوائے اس کے کہ اپنی اس حیثیت سے انکار کردوں کہ میں بے وقوف نہیں ہوں (۳۳) ۔

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں لندن جاتے ہوئے اور جنوری ۱۹۳۳ء کو ہسپانیہ روانہ ہونے کے وقت اقبال نے پیرس میں مختصر مدت کے لئے قیام کیا تھا ۔ کسی ایک موقع پر انہوں نے ذیل کے اشعار کہے جن پر ، فرانس میں لکھے گئے ، کی سرخی ہے :

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ ، عیش جہاں کا دوام

وائے تمنائے خام ، وائے تمنائے خام

پیر حرم نے کہا سن کے مری رویداد

پختہ ہے تیری فغان ، اب نہ اسے دل میں تھام

تھا ارنی گو کلیم ، میں ارنی گو نہیں

اس کو تقاضا روا ، مجھ پہ تقاضا حرام

گرچہ ہے افشائے راز ، اہل نظر کی فغان

ہو نہیں سکتا کبھی شیوہ رندانہ عام

حلقہ صوفی میں ذکر ، برنم و برے سوز و ساز

میں بھی رہا تشنہ کام ، تو بھی رہا تشنہ کام

عشق تری انتہا ، عشق مری انتہا

تو بھی ابھی ناتمام ، میں بھی ابھی ناتمام

آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز

ورنہ ہے مالِ فقیر ، سلطنتِ روم و شام (۳۳)

ہمیں اندلس میں اقبال کی تاریخ ورود معلوم نہیں مگر وہاں ان کے قیام کی مدت تین ہفتے رہی اور وہ ۲۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو وہاں سے واپس روانہ ہو گئے تھے ۔ اس سے قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ وہ ۵ یا

۶ جنوری ۱۹۳۳ء کو وہاں پہنچے تھے۔ انہوں نے میڈرڈ، غرناطہ اور قرطبہ میں گزر گیا۔ غرناطہ میں ان کی ایک تقریر کا حوالہ ملتا ہے جس کا موضوع، مغلیہ ہندوستان اور موری (اسلامی) ہسپانیہ کا تمدنی امتزاج مغلیہ عمارات اور غرناطی عمارات اور،، الحمرا، کی روشنی میں،، تھا (۳۵)۔ دوسرا مقالہ،، اسپین اور تیز ذہن عالم اسلام، کے موضوع پر تھا جو میڈرڈ یونیورسٹی میں معروف محقق اور،، اسلام اور ڈیوائن کمیڈی،، کے مصنف پروفیسر آسن پلاکیوس کی زیر صدارت پڑھا گیا۔ ان تقاریر کا متن فی الحال دست یاب نہیں۔ تاہم پروفیسر آسن کے صدارتی کلمات کا متن ہمیں دست یاب ہے۔ اسپینش متن کے انگریزی ترجمے کے چند اقتباسات سے جہاں اقبال کی عظمت کی باتیں آشکار ہوتی ہیں وہاں حضرت علامہ کے خطاب کے اشارات بھی ملتے ہیں۔ پروفیسر آسن نے جو کہا، روزنامہ EI— Debate نے اسے رپورٹاژ کے طور پر شائع کیا تھا:

،،محمد اقبال ایک سیاح کے طور پر اور مکتب عرب کے ہسپانوی دانشوروں سے رابطہ پیدا کرنے ہسپانیہ میں وارد ہوئے ہیں ... انہوں نے اسپین اور مسلم دانشوروں کے عالم پر، کلیہ فلسفہ و ادب میں جو منکلوآ میں واقع ہے، ایک لیکچر دیا۔ جیسا کہ پروفیسر آسن پلاکیوس نے کہا، محمد اقبال ایک دقیق فلسفی اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔ وہ اس منتخب زمرے میں سے ہیں جنہوں نے اسلامی اندلس میں پاکیزہ فنون اور شاعری کے اعلیٰ نمونے تخلیق کئے تھے۔ دانشمند قسیس نے کہا کہ اقبال نے گاندھی اور دوسرے ممتاز ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ گول میز کانفرنس کی اعلیٰ کونسل کی نشست بھی حاصل کر رکھی ہے مگر ہمارا یہ ملاقاتی ایک دانشور ہے، وہ قومیت کے مہاتما گاندھی سے بطور سیاست دان بھی مختلف ہے۔

اقبال کے لئے سیاست اور گول میز کانفرنس میں شرکت محض ایک اتفاقی امر ہے۔ گاندھی نے یورپی آداب زندگی سے عدم مطابقت اختیار کر رکھی ہے اور اپنا شیوہ لباس نہیں بدلا۔ اقبال نے کیمبرج (اور لندن) کی قانون کی یونیورسٹیوں (۳۶) میں تعلیم حاصل کی لہذا وہ نئے طرز کی جیکٹ تک یورپی لباس پہن لیتے ہیں۔ ان کا ممتاز نسلی نشان محض ان کی ٹوپی ہے۔ اس سفر میں ان کی بیٹی ان کے ہمراہ ہے۔ وہ یورپی خواتین کی طرح سفید رنگت والی ہے۔ اپنے لیکچر میں انہوں نے اندلسی دانشوروں کے مشرق بعید تک کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے ان کے زیر مطالعہ آنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے ابن خلدون (۲۴) کے علاوہ البیرونی، المسعودی اور الکندی کے حوالے دیئے۔ انہوں نے اس ضمن میں کی جانے والی تحقیقات کا بھی حوالہ دیا۔

اقبال . . . ایک ممتاز قانون دان ہیں۔ وہ اسلامی مشرق کے دور افتادہ مناطق سے روح کی صدائے بازگشت لائے ہیں۔ یہ صدا روحانی طرز پر ہمیں اندلس کے دور وسطیٰ کی یاد دلاتی ہے۔ . . . اقبال نے اپنی کتاب „ایران میں مابعد الطبیعات“ میں ایرانی صوفیہ کے ان نظریات کا سراغ لگایا ہے جو مرسیہ کے صوفی ابن عربی سے مربوط ہیں۔ وہ شوپن ہار اور ہارٹمین کی طرح لاشعور کے اصول کا پیشرو رہا ہے۔ اقبال نے ابن عربی کی طرح اپنے ہنگامہ پرور فلسفیانہ نظریات کو ایک دلکش شعری کتاب „اسرار خودی“ کے قالب میں کامیابی کے ساتھ ڈھالا ہے۔ اقبال ابن عربی کے بارے میں تحقیقات کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ ہندوستان اور اندلس جو اسلامی دنیا کے دو کناروں پر واقع ہیں، ثقافت کے مورخ کے لئے ثقافتی امتزاج کی تجربہ گاہیں رہی ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی تمدن آریائی اور

سامی عناصر سے تشکیل پذیر ہوا جبکہ اندلس میں اس کے اجزا یونانی ، رومی اور مسیحی تہذیبوں کے ساتھ مزوج ہوئے۔ ہندوستان میں اسلامی تمدن پنپ رہا ہے مگر اسپین میں یہ محض تاریخ تحقیق کا ایک موضوع رہ گیا۔ اس کے باوجود دونوں دور افتادہ مراکز کے مفکر دوسرے کے ہاں کی سائنس اور فنون میں یکساں کشش محسوس کرتے ہیں « (۳۸) -

مسجد قرطبہ میں

علامہ اقبال کو مسجد قرطبہ کے دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا اور مسجد کی زیارت کے بعد ان کی آتش شوق اور تیز ہو گئی۔ اب تو وہ یہی آرزو کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ع

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے (۳۹)

مسجد قرطبہ سے اثر پذیری کا ذکر ان کے کئی مکتوبات اور بیانات میں موجود ہے (۴۰)۔ اس مسجد کی پوری تفصیل یہاں لکھنا بے محل ہو گا۔ اسے امیر عبدالرحمن الداخل نے ۸۷۶ء میں تعمیر کروانا شروع کیا۔ اس نے اس کی تعمیر پر اسی ہزار دینار صرف کئے تھے۔ اس اموی خلیفہ کے بیٹے ہشام اول نے ۹۲۳ء میں مسجد کو مکمل کروایا مگر بعد کے حکمران بھی اس کی توسیع و تزئین کا کام کرتے رہے۔ یہ مسجد اور اس سے ملحقہ دانشگاہ مسلمانوں کی عظمت و شکوہ کا مظہر بن گئی۔ یہ ایک مستطیل عمارت ہے۔ طول ۵۷۰ اور عرض ۳۲۵ فٹ ہے۔ اس کے اکیس مدخل تھے۔ اس کا ماذنہ و مینار، اس کی منقش سقف، بام، اس کے ستون، فانوس اور منبر و محراب، اس کا صحن، دالان غرض ہر حصہ جمال و جلال کا مظہر تھا۔ اس کے ستونوں کی تعداد ۱۳۱۷ بتائی جاتی ہے۔ قرطبہ ۱۲۳۶ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اقبال غالباً پہلے مسلمان تھے

جنہوں نے کوئی سات صدیوں کے بعد ، اجازت لے کر جنوری ۱۹۳۳ء کی کسی تاریخ کو اس مسجد میں نماز پڑھی ۔ نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے ایک منظوم دعا لکھی جو سراپا آمد ہے ۔ بال جبریل میں شامل اس ،،دعا، کے ساتھ۔ یہ اضافی عبارت ملتی ہے کہ ،،مسجد قرطبہ میں لکھی گئی ،، :

ہے یہی میری نماز ، ہے یہی میرا وضو
 میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو
 صحبت اہل صفا ، نور و حضور و سرور
 سرخوش و پرسوز ہے لالہ لب آبجو
 راہ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
 ساتھ۔ مرے رہ گئی ، ایک مری آرزو
 میرا نشیمن نہیں ، درگہ میر و وزیر
 میرا نشیمن بھی تو ، شاخ نشیمن بھی تو
 تجھ۔ سے گریباں مرا مطلع صبح نشور
 تجھ۔ سے مرے سینے میں آتش اللہ ہو
 تجھ۔ سے مری زندگی ، سوزو تب و درد و داغ
 تو ہی مری آرزو ، تو ہی مری جستجو
 پاس اگر تو نہیں ، شہر ہے ویراں تمام
 تو ہے تو آباد ہیں ، اجڑے ہوئے کاخ و کو
 پھر وہ شراب کہن مجھ۔ کو عطا کر کہ میں
 ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبو
 چشم کرم ساقیا ، دیر سے ہیں منتظر
 جلوتیوں کے سبو ، خلوتیوں کے کدو
 تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ
 اپنے لئے لامکاں ، میرے لئے چار سو

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا

حرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو

،،مسجد قرطبہ ، اقبال کی ایک عظیم نظم (ترکیب بند) ہے جس کے بارے میں شاعر نے تصریح کی ہے کہ یہ ،،ہسپانیہ کی سرزمین میں بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی ،، - یہ ۶۴ اشعار اردو ادب بہ عالمی ادب کے شاہکاروں میں شامل کئے جانے کے بھی سزاوار ہیں - یہ اسلامی اندلس کی سر زمین کا ہی ایک بے بدل ارمغان ہیں - اقبال نے لکھا ہے کہ ،،مسجد قرطبہ، کو دیکھ کر انہیں جو روحانی بلندی ملی ، وہ اس سے قبل انہیں کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی ،، (۳۱) - اس بلندی کی شاہد یہ نظم بھی ہے - ہم اس پر ایک مختصر سا تبصرہ لکھتے ہیں -

نظم کے پہلے تین بند تمہیدی ہیں - پہلے بند میں شاعر تغیرات زمانہ کا ذکر کرتا ہے - ہر چیز کا مقدر ہے کہ زمانے کے ہاتھوں جام فنا پیئے خصوصاً ناپختہ و کم عیار اشیاء تو نقش ناپائدار ثابت ہوتی ہیں - البتہ مرد حق کے پرعیار اور پختہ بنیاد نقوش مٹتے نہیں - انہیں عشق سے تقویت ملتی ہے - عشق پاکیزہ جذبہ عمل ہے - وہ اساس حیات ہے - وہ خلوص پر مبنی ایک سراپا خیر عاطفہ ہے - زندگی کی تاب و تب اس سے منعکس ہوتی ہے :

عشق دم جبرئیل ، عشق دل مصطفیٰ

عشق خدا کا رسول ، عشق خدا کا کلام

عشق کی مستی سے بے پیکر گل تابناک

عشق ہے صہبائے خام ، عشق ہے کاس الکرام

عشق فقہیہ حرم ، عشق امیر جنود

عشق ہے ابن السبیل ، اس کے ہزاروں مقام

عشق کے مضراب سے نغمہ تارحیات

عشق سے نور حیات ، عشق سے نار حیات

تیسرے بند میں شاعر مسجد قرطبہ کو عرب شعرا کی طرح ،،حرم،،

کہہ کر پکارتا ہے۔ ابن المثنیٰ اندلسی نے کہا تھا :

بنیت لله خیر بیت

تخرس عن و صفة الانام

حج الیہ من کل ادب

کانہ مسجد الحرام

کان محرابہ اذاما

حف به الرکن والمقام

یعنی : خدا کے لئے اعلیٰ گھر بنایا گیا ہے۔ اس کی کیفیت لوگوں کی

توصیف سے ماورا ہے۔ لوگ اس میں ہر سمت سے آ پہنچتے ہیں کہ

گویا وہ مسجد حرام ہے۔ جب زائر اس میں جمع ہوتے ہیں ، اس کی

محراب رکن اور مقام (ابراہیم) معلوم ہوتی ہے۔

اقبال مسجد قرطبہ کی اساس ،،عشق،، بتاتے ہیں۔ عشق جذبہ

عمل ہے۔ اس میں خون جگر یعنی سخت محنت کی آمیزش بھی

ہوتی ہے۔ شاعر کو معاً اپنی پر ذوق و شوق شاعری یاد آتی ہے جو

حرم قرطبہ کی سی ایمان پرور فضا تولید کر رہی ہے۔ درود وصلوٰۃ اور

سوز و گداز سے اس شاعری سے ،،خاکیوں،، کے دل سوز سے بہرہ ور

ہو رہے ہیں اور ،،نوریوں،، کو اس سے ،،گداز،، مل رہا ہے۔ زبور عجم

میں شاعر نے دعا کی تھی :

بضمیرم آنچنان کن کہ زشعلہ.نوائے

دل خاکیاں فروزم ، دل نوریان گدازم (۳۲)

ترجمہ : خدایا ،،میرے ضمیر کو ایسا بنا کہ میں انسانوں کے دل منور

کردوں اور فرشتوں کے قلوب پگھلا ڈالوں،، تیسرے بند میں وہ اپنے شعر کی تاثیر اور اپنے جذبات کی بلندی کی،، تحدیثِ نعمت،، کر رہے ہیں:

اے حرمِ قرطبہ ، عشق سے تیرا وجود
 عشق سراپا دوامِ جس میں نہیں رفت و بود
 رنگ ہو یا خشت و سنگ ، چنگ ہو یا حرف و صوت
 معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
 قطرہ خونِ جگر سل کو بنایا ہے دل
 خونِ جگر سے سدا سوز و سرور و سرود
 تیری فضا دلِ فروز ، میری نوا سینہ سوز
 تجھ سے دلوں کا حضور ، مجھ سے دلوں کی کشود
 پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
 اس کو میسر نہیں سوز و گدازِ سجود
 کافرِ ہندی ہوں میں ، دیکھ مرا ذوق و شوق
 دل میں صلوة و درود ، لب پہ صلوة و درود
 شوقِ مری لے میں ہے ، شوقِ مری نے میں ہے
 نغمہِ اللہ ہو ، میرے رگ و پے میں ہے

عبدالرحمن الداخل نے کہا ہے :

ان البناء اذا تعاضم مدرہ

اضحیٰ يدل علی عظیم الشان (۳۳)

یعنی جب کوئی عمارت شان و شکوہ والی ہو ، تو وہ اپنے بانی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ اقبال بعد کے تین بند مسجد کے جمال و جلال اور مرد مومن کی اعلیٰ صفات کے بیان کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ ان بندوں کے کئی مصرعے مسقط (۳۳) نظر آتے ہیں ، جیسے:

ع وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل

- ع اس کے زمانے عجیب ، اس کے فسانے غریب
 ع ساقی ارباب ذوق ، فارس میدان شوق
 ع اس کا مقام بلند ، اس کا خیال عظیم
 ع اس کی امیدیں قلیل ، اس کے مقاصد جلیل
 ع نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
 ع کعبہ ارباب فن ، سطوت دین میں
 ع حامل ،،خلق عظیم ،، صاحب صدق و یقین
 بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
 رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے۔

یہ بند منظر کشی ، الفاظ کے شکوہ اور عمق معانی کے اعتبار سے
 تعریف و توصیف کی زد میں بھی بمشکل آتے ہیں۔ مشترے از خروارے
 کے طور پر ہر بند کے چند ایسے اشعار ملاحظہ ہوں جن میں سے ہر
 ایک پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے :
 مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے

اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم و خلیل

ساقی ارباب ذوق ، فارس میدان شوق

بادہ ہے اس کا رحیق ، تیغ ہے اس کا اصیل

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ۔

غالب و کار آفرین ، کارکشا ، کارساز

نقطہ پر کار حق ، مرد خدا کا یقین

اور یہ عالم تمام ، وہم وطلسم و مجاز

کعبہ ارباب فن ، سطوت دین میں

تجھ سے حرم مرتبت ، اندلسیوں کی زمیں

ہے تہ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر

قلب مسلمان میں ہے ، اور نہیں ہے کہیں

ساتویں بند میں شاعر مسجد کا مرثیہ پیش کرتے ہیں - افسوس کہ
ایسی پر عظمت مسجد صدیوں سے بے اذان و صلوة ہو گئی - اقبال
لوتھر کی تحریک اصلاح ، انقلاب فرانس اور مسولینی کے ہاتھوں
اطالیہ کی تجدید حیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں - مسلمانوں میں
کرب و اضطراب تو ہے مگر نامعلوم وہ بھی کوئی انقلاب پیدا کرنے کی
اہلیت دکھائیں کہ نہیں -

دیدہ انجم میں ہے تیری زمیں ، آسمان

آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذان

کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے

عشق بلاخیز کا قافلہ سخت جاں ...

روح مسلمان میں ہے آج وہی اضطراب

راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں

دیکھتے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا

گنبد نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا

آخری آٹھویں بند میں اقبال قرطبہ کے معروف دریا وادی الکبیر (۳۵)
کے کنارے کھڑے مسلمانوں کے ماضی ، حال اور مستقبل کا سوچتے
ہیں اور ہر دور کے اپنے مخاطبین کو انقلاب ، احتساب عمل اور
محنت و جگر کاری کا درس دیتے ہیں :

آب رواں کبیر ، تیرے کنارے کوئی

دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب ...

جس میں نہ ہو انقلاب ، موت ہے وہ زندگی

روح امم کی حیات ، کشمکش انقلاب

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
 کرتی ہے جو ہر زماں ، اپنے عمل کا حساب
 نقش ہیں سب ناتمام ، خون جگر کے بغیر
 نغمہ ہے سودائے خام ، خون جگر کے بغیر

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد یوسف مرحوم نے ، عبدالرحمن الداخل
 اور اقبال کے عنوان سے اپنے ایک مقالے کا آغاز اس طرح کیا ہے :
 ،،اقبال نے اپنی بابت کہا تھا ع .

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے (۳۶)
 اقبال شناسی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مشرق و مغرب کے
 میخانے دیکھے جائیں ، کسی عظیم فلسفی اور شاعر کی شخصیت کے
 ابعاد متعین کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اس کی ثقافت سے اعتنا
 کرنا چاہیے۔ جب ہم ان علوم و آداب میں گہرے اتریں گے جو ایک
 مفکر کو عزیز تھے تب ہی ہم اس فکر کے سوتوں کا سراغ لگا سکیں
 گے اور دیکھ سکیں گے اس نے کن کن عناصر کو ترتیب دے کر
 اپنے تصورات کی دنیا تخلیق کی۔ بالخصوص شاعر کی حیثیت سے
 اقبال کی تلمیحات ، اشارات رموز اور اسالیب بیان تو مشرقی آداب
 ہی سے مستعار لی ہوئی ہیں۔ مغربی آداب سے جو تاثرات لئے تھے
 انہیں روایت میں ڈھالنا بھی اسی بدولت ممکن ہوا کہ مشرقی آداب
 پر پوری قدرت تھی ،، (۳۷)۔

،،اندلس اور علامہ اقبال ،، ایک ممتد موضوع ہے۔ راقم نے اس
 مقالے میں اس کے اشارات فراہم کر دیئے ہیں۔ تاہم ایک بحث توجہ
 طلب ہے کہ اندلسیوں کی فکر اسلامی مشرقی مسلمانوں کے مقابلے میں
 زیادہ جاندار رہی کیونکہ اندلسی عجمی اثرات سے دور اور مبرا رہے۔
 اپنے ایک مقالے ،،اسلام اور تصوف ،، میں علامہ مرحوم نے لکھا ہے :

،،مسلمانان اندلس ارسطوئی عاطفے سے آگاہی کے باعث مغربی اور وسطی ایشیا کے ضعف انگیز اثرات فکر کے دائرے سے باہر تھے۔ وہ ایشیا کی مسلم قوموں کے مقابلے میں روح اسلام سے قریب تر تھے۔ ان قوموں نے عربی اسلام کو عجمی تخیلات سے ملون کر دیا اس حد تک کہ وہ اپنی حقیقی اور اصل حقیقت سے یکسر محروم ہوتے گئے، (۳۸)۔ گویا اندلس کے مسلمان اصل (عربی) اسلام سے وابستہ رہے۔ چنانچہ اندلسی مصنیفین کی دینیاتی کتب سے اس امر کے شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں۔

مصادر اور توضیحات

- ۱۔ The Legacy of Islam طبع ۱۹۶۵ء، مقالہ از J. B. Trend اسپین اور پرتگال ص ۱ تا ۵۔
- ۲۔ قرآن مجید ۹۲: الانبیاء۔
- ۳۔ بانگ درا، کلیات اقبال اردو، لاہور ۱۹۴۳ء و بعد (شیخ غلام علی اینڈ سنز) صفحہ ۱۹۵۔
- ۴۔ نفع الطیب فی غصن الاندلس الرطیب: مطبوعہ کتاب کی آٹھ جلدیں ہیں۔ آٹھویں جلد اشاریے کی ہے، بیروت ۱۹۶۸ء۔
- ۵۔ تاریخ اسلام حصہ سوم مولفہ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، فیض اکیڈمی، کراچی طبع یازدہم، ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۰۔
- ۶۔ پیام مشرق، کلیات اقبال فارسی، لاہور ۱۹۴۳ء و بعد (شیخ غلام علی اینڈ سنز) صفحہ ۱۲۹۔
- ۷۔ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد و محمد عبداللہ قریشی طبع دوم لاہور ۱۹۸۲ء (آئینہ ادب) ص ۲۱۲ مقالہ: اسرار خودی۔
- ۸۔ قرآن مجید ۸۹: الانبیاء۔
- ۹۔ بال جبریل، کلیات اقبال، اردو صفحہ ۳۹۷۔
- ۱۰۔ تاریخ المقری: نفع الطیب... جلد ۳ ص ۵۳۔
- ۱۱۔ بال جبریل، کلیات اقبال، اردو صفحہ ۳۹۳، ۳۹۵۔
- ۱۲۔ کتاب العبر... جلد ۳: مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، اندلس میں از ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی صفحہ ۵۶ لاہور ۱۹۸۳ء۔ نیز ایران و ہندوستان کا اثر جرمنی کی شاعری پر نوشتہ آرتھ ایف جے رے بی مترجم ڈاکٹر ریاض الحسن پاک جرمن فورم کراچی ۱۹۴۳ء: دیباچہ از مترجم۔
- ۱۳۔ یہ حاکم یوسف بن تاشفین ہی تھا جو بنی عباد کی نااہلی سے تنگ آ گیا تھا۔ معتمد، اغمات (مراقش) میں قید کیا گیا تھا۔
- ۱۴۔ تاریخ المقری یعنی نفع الطیب... ج ۳ صفحہ ۲۷۵۔

- ۱۵ - اصل مرتبہ گو این عبدون تھا - این بدران / این بدرون نے اس مرتبے کی شرح کی ہے۔
- ۱۶ - بانگ درا ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۱۳۳ - ۱۳۳
- ۱۷ - بال جبریل ، ایضاً صفحہ ۳۹۵ ، ۳۹۶
- ۱۸ - اقبال نے تسامحاً اسپین لکھا ہے ، حالانکہ شمالی افریقہ صحیح ہے۔
- ۱۹ - تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی ، بزم اقبال لاہور طبع دوم ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۳۸ -
- ۲۰ - دیکھیں ماہنامہ فکرونظر اسلام آباد بابت اپریل ۱۹۷۰ء ، مئی ۱۹۷۰ء میں راقم کا مقالہ۔
- ۲۱ - بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۳۹۰ ، ۳۹۱
- ۲۲ - بانگ درا ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۱۳۶
- ۲۳ - منثوی مسافر ، کلیات اقبال ، فارسی صفحہ ۸۸۰
- ۲۴ - نقش پیامبران در تمدن انسان از فخر الدین حجازی تہران (طبع دوم) انتشارات بعثت ۱۳۵۲ ش / ۱۹۷۳ء صفحہ ۱۶۶ تا ۱۷۰
- ۲۵ - ایضاً صفحہ ۱۷۹ ، ۱۸۰
- ۲۶ - اسپینش متن ۱۹۱۹ء میں میٹروڈ میں شائع ہوا اور انگریزی (ملخص) ۱۹۲۶ء میں لندن میں -
- ۲۷ - جرجی زیدان : تاریخ تمدن ج ۳ -
- ۲۸ - نیز ملاحظہ ہو ، تاریخ ادبیات عرب از دکتر بہروز تبریز یونیورسٹی ۱۳۵۹ ش / ۱۹۸۰ء
- ص ۳۰۲ تا ۳۰۴ -
- ۲۹ - قرآن مجید ۳۲ : ۳۰ (منجملہ آیات)
- ۳۰ - نقش پیامبران در تمدن انسان صفحہ ۲۰۲ بحوالہ ارنست رینان ، ابن رشد و ابن رشدیت (فرانسیسی متن) -
- ۳۱ - ایضاً بحوالہ (ڈوزی) صفحہ ۲۶۰ -
- ۳۲ - بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۳۲۸ ، ۳۲۹ -
- ۳۳ - لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال صفحہ ۱۰ ، ۱۱ -
- ۳۴ - بال جبریل ، کلیات اقبال ، اردو صفحہ ۲۵۳ -
- ۳۵ - حیات اقبال کے چند مخفی گوشے از محمد حمزہ فاروقی لاہور ۱۹۸۸ء (ادارہ تحقیقات دانشگاه پنجاب) صفحہ ۱۹۱ -
- ۳۶ - کیمبرج میں فلسفہ اور لندن یونیورسٹی میں قانون پڑھا تھا -
- ۳۷ - متن میں ابن جیدون -
- ۳۸ - بشیر احمد ڈار مرتب : لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال ، طبع دوم اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء
- ص «۷۹» تا «۷۹» -
- ۳۹ - بانگ درا ، کلیات اقبال اردو صفحہ ۲۱۴ - پورا شعر یوں ہے :
- محروم تماشا کو بھر دیدہ بینا دے
- دیکھا ہے جو کچھ میں نے ، اوزوں کو بھی دکھلا دے
- ۴۰ - بنام شیخ محمد اکرام ، بنام مولانا غلام رسول مہر اور بنام ڈاکٹر جاوید اقبال : خطوط اقبال صفحہ ۱۹۲ ، ۲۲۳ ، انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار (اقبال اکادمی) ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۰۳ ،

- ۱۰۶ نیز حیات اقبال کے چند مخفی گوشے صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۷ -
- ۳۱ - اقبال نامہ، ج ۲ لاہور ۱۹۵۱ء، صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲: مکتوب بنام (ڈاکٹر) شیخ محمد اکرام -
- ۳۲ - زبور عجم (حصہ اول)، کلیات اقبال، فارسی صفحہ ۳۰۹ -
- ۳۳ - اورینٹل کالج میگزین، اقبال ۱۹۸۱ء، ص ۱۲ مقالہ از پروفیسر مرزا محمد منور، اسی طرح اقبال نے بھی مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:
- تیرا جلال و مجال، مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل
- ۳۴ - مسقط، تسمیط (: پرونا) سے بنا ہے۔ اس صنف سخن میں مصرع کے عموماً دو اجزا ہم وزن ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شکوہ مند الفاظ ان اجزا کی صورت میں بہتر پروئے ہونے دکھائی دیں گے۔ ان میں عروضی وزن کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ اقبال کی نظم، ذوق و شوق، دیکھیں جو اس طرح آغاز پذیر ہے:
- قلب و نظر کی زندگی، دشت میں صبح کا سماں
چشمہ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
حسن ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردہ وجود
دل کے لیئے ہزار سود، ایک نگاہ کا زیاں
آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں
- ۳۵ - آج کل اس کا نام ہے: GUADALQUIUER -
- ۳۶ - بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحہ ۳۱۵ - پورا شعر حسب ذیل ہے:
- بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساتی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا
- ۳۷ - مجلہ اقبال، (سہ ماہی) بزم اقبال، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۸ء -
- ۳۸ - ماخوذ از مجلہ نیو ایرا (انگریزی) جولائی ۱۹۱۷ء: مقالات اقبال صفحہ ۲۰۲ -

